© rasailojaraid.com

مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی مدظلہ

شاہ جی کی ایک ادا

مسبحاو محمدا و مصلیا و مسلما

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری طرز تقریر میں سب سے نرالی شان رکھتے تھے ان کو حق تعالیٰ نے وہ ملکہ عنایت فرمایا تھا کہ جس بات کو بیان کرنا چاہتے سننے والوں کے دل میں اتار دیتے تھے اور اس وقت تو مخالفوں کو بھی تسلیم کے سوا چارہ کار نہ رہتا تھا پھر طرز بیان وہ مزیدار کہ عشاء سے صبح ہو جائے تو کسی آنکھ میں نیند کا اثر نہ ہونے پائے۔

سامعین کی گرویدگی کا وہ عالم ہوتا تھا کہ شاہ جی کا نام آیا اور جوق در جوق مجمع آنا شروع ہو گیا پہلے کے مقررین سے اکتا کر اٹھ جانے والے لوٹ لوٹ آنے لگتے ایسے حالات میں عوام میں کس قدر مقبولیت ہو سکتی ہے پھر ایسے مقبول شخص کو کس قدر غرور و ناز ہو سکتا ہے وہ بھی کھلی بات ہے۔

جتنے طریقے اظہار کے جاری ہیں تقریر ہو یا تحریر' شاعری ہو یا تجوید' تدریس ہو یا تلقین' علاج ہو یا علالت حکوت ہو یا عزت یا پیری و اصلاح بھلائی کے ہوں یا برائی کے' مثل موسیقی وغیرہ کے ان کی مقبولیت کا یہ خاصہ ہے کہ اگر کسی سچے اور کامل پیر سے اصلاح نہ کرائے تو ہر صاحب فن میں ناز اور غرور پیدا ہو جاتا ہے پھر اس کو اگر کوئی تنقیص کرنے والا کبھی نہ ملے۔ چاروں طرف سے سوائے واہ کے اور کچھ کان میں نہ پڑے تو طبعی و نفسانی تقاضا ہے کہ پھر وہ اپنے برابر کسی کو نہیں قرار دے سکتا اور اس عیب کو کبھی عیب نہیں سمجھتا اس کے لطف میں سرشار ہو کر اپنے کو غرور و ناز کا اہل سمجھ کر ہمیشہ اسی پر نازاں رہتا ہے بلکہ آج تو اس عیب پر پردہ ڈالنے کے لئے "احساس کمتری" کے عنوان سے تحریریں اور تقریریں ہونے لگیں اور تواضع و انکساری کو خود جرم کی فہرست میں داخل کر لیا گیا اس کے نتائج جو ظہور میں آتے تھے آکر رہے کہ خود بینی عجب خود پسندی اپنی بات کو اونچا کرنا ایک ضروری مشغلہ بن گیا اور روز روز کے مسائل میں اپنی رایوں پر جمود دوسروں کی تحقیر سے اختلافات اور فتنہ و فساد کی بنیاد بڑھ گئی۔ اور آج ہر جگہ اس کا دور دورہ ہے اتفاق کی جو اصل جڑ تھی تواضع و انکساری وہ جڑ سے اکھاڑ پھینکی گئی مگر شکوہ ہر ایک کو یہی ہے کہ اختلاف اختلاف ہے کوئی صورت اتفاق کی بن نہیں پڑتی اور کیسے بن سکتی ہے جب اصل بنیاد تواضع ہی باقی نہ رہی۔

حیرت ہو گی جب کبھی آپ نے شاہ جی کی پوری تقریر سنی ہو گی کہ آخر میں علی الاعلان بیانگ دھل یہ کہ دیا جاتا ہے کہ میں کوئی عالم نہیں ہوں میں مولانا مدنی کی ایک تقریر سن کر پانچ۔ چھ تقریریں بنا لیتا ہوں جب کسی بڑے عالم کا ذکر آیا یا ان کا کوئی عزیز یا خصوصیت والا ملا تو بر سر مجلس یہی جملہ دہرا دیا کہ ان کے طفیل میرا کام چل رہا ہے میں ان کی ایک تقریر سے کئی کئی تقریریں بنا لیتا ہوں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک دفعہ تھانہ بھون، حضرت حکیم الامت مجدد الملت کی بارگاہ میں شرف حضوری حاصل ہوا۔ تو عرض کیا کہ حضرت ایک دفعہ تو جس کام کے لئے مجمع کو اٹھانا چاہیں ہم اٹھا لیتے ہیں مگر یہ بات دیرپا نہیں ہوتی کوئی تحریک اس وقت تک صحیح معنی سے کامل نہیں رکھ سکتی جب تک اہل دل بزرگ اس کا ساتھ نہ دیں۔

آج کل کے عجیب خودرائی پسندی اور غرور و تکبر کے زمانہ میں اور ایسی سحربیانی اور مقبولیت رکھنے والے کی زبان سے یہ تواضع اور عاجزی و انکساری جیسے ان کی دین داری کی دلیل ہے ایسے ہی تمام عالم کے لئے درس عبرت ہے یہی وہ بنیاد ہے جس سے مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق پیدا اور مستحکم ہو سکتا ہے اور جس کے بغیر سب پریشان ہیں اور الٹے الٹے علاج تجویز کر کے ہمیشہ منہ کی کھاتے ہیں اگر شاہ جی مرحوم کے اس اسلامی طرز انداز کو سب اپنا لیں تو امید ہے زیادہ نتائج حاصل کر لیں اگر شاہ جی میں صرف یہی ایک خوبی ہی ہوتی تو وہ بھی اتفاق و اتحاد میں سارے عالم کے لئے راہ ہدایت بننے کے لئے کافی ہوتی لیکن شاہ جی تو بہت خوبیوں کے مالک تھے۔

تاریخ وفات غفراللہ لہ

۱۲۸۰+۶۶+۳۵=۱۳۸۱ھ

اک شیر تھا جو گونج رہا تھا کچھار میں

شاہ صاحب مرحوم کے بارے میں ضرور کچھ نہ کچھ لکھتا لیکن اپنی محرومیٔ قسمت کو کیا کروں جس نے مجھے ان کی خدمت بابرکت میں کبھی حاضر ہونے کا موقع نہ دیا۔ ایک بار البتہ ان کی بے مثال خطابت سے مستفید ہونے کی سعادت ضرور نصیب ہوئی۔ دہلی دروازے کے باہر ایک بہت بڑا جلسہ تھا اور شاہ صاحب ہی صدر اور وہی اس کے واحد مقرر تھے۔ دس بجے شب کے بعد تشریف لائے اور بیٹھ کر تقریر شروع کی کہ آغاز میں ایک جوئے نرم رو کی سی کیفیت رکھتی تھی۔ لیکن جوں جوں رات بھیگتی گئی آواز میں بلندی، کلام میں گرمی اور تخاطب میں روانی برابر بڑھتی چلی گئی یہاں تک کہ رات کے پچھلے پہر زمین و آسمان میں سناٹا تھا اور:

اک شیر تھا جو گونج رہا تھا کچھار میں

میں نے مولانا محمد علی جوہر کو بھی سنا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی خطابت سے بھی فیضیاب ہوا ہوں۔ مولانا ظفر علی خان کے سحر گفتار میں آج بھی اسیر ہوں لیکن سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے زور بیان اور نیرنگیٔ گفتار کا ایک اپنا مقام بلند تھا کہ آج تک جس کی مثال نایاب ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی تربت کو عنبریں فرمائے اور اپنے دامانِ رحمت میں جگہ دے۔

(مولانا صلاح الدین احمد، آغا شورش کے نام خط، جنوری ۱۹۶۲ء)

© rasailojaraid.com